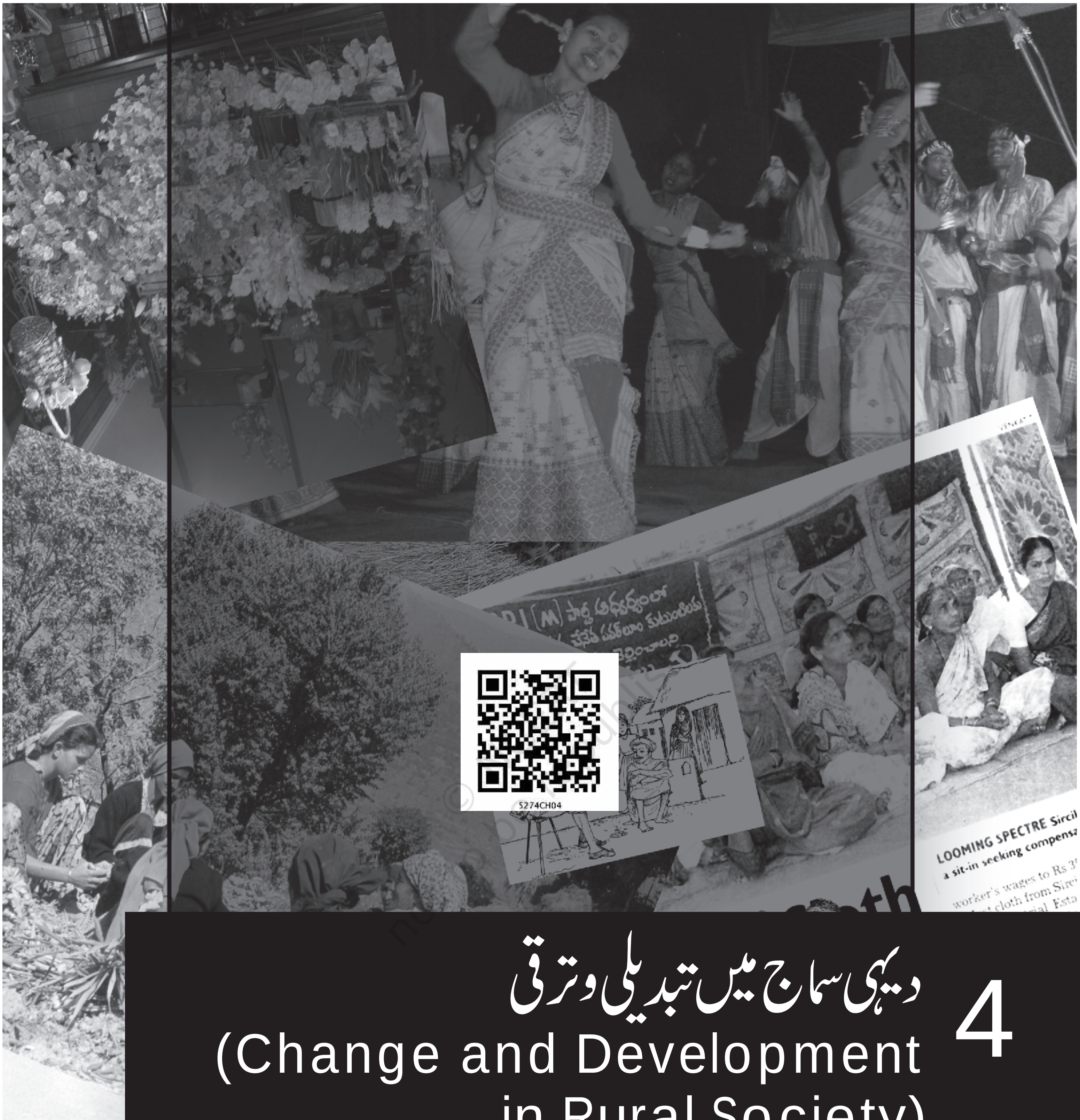

5274CH04

4

دیہی سماج میں تبدیلی و ترقی
(Change and Development in Rural Society)

ہندوستانی سماجی بنیادی طور پر ایک دیہی سماج ہے۔ اگرچہ شہرکاری بڑھتی جارہی ہے ہندوستان کی اکثریت گاؤں میں رہتی ہے(2001 کی مردم شماری کے مطابق 67فی صد)ان کا ذریعۂ معاش زراعت یااس سے متعلق پیشہ ہے۔تواس کا مطلب یہ ہوا کہ بہت سے ہندوستانیوں کے لیے زراعتی زمین ایک اہم پیداواری وسیلہ ہے۔ زمین جائیداد کی نہایت اہم شکل بھی ہے،لیکن یہ محض نہ تو پیداوار کا ایک ذریعہ ہے اورنہ ہی جائیداد کی ایک شکل،نہ ہی زراعت ذریعۂ معاش کی ایک شکل۔ یہ ایک طرز زندگی بھی ہے۔ ہمارے بہت سے ثقافتی عمل اورطریقوں کوزرعی پس منظر میں تلاش کیا جاسکتا ہے۔پچھلے ابواب میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ساختی اورثقافتی تبدیلیاں کس طرح ایک دوسرے سے متعلق ہیں۔مثال کے طور پر ہندوستان کے مختلف خطوں میں نئے سال کے تیوہار جیسے تمل ناڈو میں پونگل، آسام میں بیہو، پنجاب میں بیساکھی، کرناٹک میں اگاڑی خاص طور پر فصل کاٹنے کے وقت منائے جاتے ہیں اور نئے زرعی موسم کے آنے کا اعلان کرتے ہیں۔ چند دیگر زراعتی تیوہاروں کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے۔

زراعت کے مختلف ذرائع اورمتعلقہ تیوہار

زراعت اورثقافت کے درمیان گہرا تعلق ہے۔ زراعت کی فطرت اورعمل مختلف خطوں میں الگ الگ طرح کے ہیں۔ یہ فرق اورتغیر مختلف علاقائی ثقافتوں میں منعکس ہوتے ہیں۔ کہا جاسکتا ہے کہ دیہی ہندوستان کی ثقافتی اورسماجی ساخت زراعتی اورزرعی طرز زندگی سے جڑی ہوئی ہے۔

دیہی آبادی کی اکثریت کے لیے زراعت ذریعۂ معاش کا نہایت اہم واحد وسیلہ ہے،لیکن گاؤں میں محض زراعت نہیں۔ بہت سی سرگرمیاں ہیں جو زراعت اور دیہی زندگی کے لیے مددگار ہیں اور دیہی ہندوستان میں لوگوں کے لیے ذریعۂ معاش کے وسائل بھی ہیں۔ مثال کے طور پر بہت سے ایسے کاریگر یا دست کار جیسے کمہار، بڑھئی، بنکر، لوہار اور سنار بھی دیہی علاقوں میں رہتے ہیں۔ وہ دیہی معیشت کا ایک حصہ اور جزو ہیں۔ نوآبادیاتی دور سے ہی وہ تعداد میں دھیرے دھیرے کم ہوتے جارہے ہیں۔ آپ نے پہلے باب میں پڑھا کہ کیسے مشین سے بنے سامانوں کی آمد نے ان کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزوں کی جگہ لے لی ہے۔

بہت سے دیگر ماہر یا فن کار اور دست کار جیسے کہانی سنانے والے، جیوتشی، پجاری، بہشتی اور تیلی وغیرہ بھی دیہی زندگی

سرگرمی 4.1

- اپنے علاقے میں منائے جانے والے کسی ایسے اہم تیوہار کے بارے میں بتائیے جس کا تعلق فصلوں یا زراعتی سماج سے ہے۔اس تیوہار سے جڑے مختلف رواجوں یا رسموں کی کیا اہمیت ہے اور وہ کس طرح زراعت سے جڑے ہیں؟
- بہت سے قصبے اور شہر بڑھ رہے ہیں جن کے آس پاس گاؤں ہیں۔کیا آپ ایسے شہر یا قصبے کے بارے میں بتا سکتے ہیں جو پہلے گاؤں تھا یا ایسا علاقہ جو پہلے زرعی زمین تھا؟ آپ ان جگہوں کی ترقی کے بارے میں کیا سوچتے ہیں اور ان لوگوں کا کیا ہوا جن کا ذریعہ معاش اس زمین سے جڑا ہوا تھا۔

میں لوگوں کو سہارا دیتے ہیں۔دیہی زندگی میں پیشوں کا تنوع ذات پات کے نظام میں ظاہر ہوتا ہے جس میں کچھ علاقوں میں ماہرین اور اپنی خدمات فراہم کرنے والے دھوبی ، کمہار اور سنار وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ان میں سے کچھ روایتی پیشے آج ٹوٹ رہے ہیں،لیکن دیہی وشہری معیشتوں کے باہمی تعلق سے کئی متنوع حرفتیں گاؤں میں آ رہی ہیں۔بہت سے لوگ گاؤں میں رہتے ہیں،ملازمت کرتے ہیں یا ان کا ذریعۂ معاش دیہی غیر کاشت کاری سرگرمیوں پر مبنی ہے۔مثال کے طور پر سرکاری خدمات میں دیہی باشندے بھی ملازم ہیں جیسے ڈاک اور تعلیم کا شعبہ،کارخانے میں کام گار یا فوج میں ملازمت وغیرہ جن کا ذریعہ معاش غیر زراعتی سرگرمیوں پر مبنی ہے۔

پیشوں کا تنوع

© NCERT not to be republished

4.1 زرعی ڈھانچہ: دیہی ہندوستان میں ذات اور طبقہ (AGRARIAN STRUCTURE: CASTE AND CLASS IN RURAL INDIA)

دیہی سماج میں زرعی زمین ہی گزر بسر کا ایک نہایت اہم وسیلہ اور جائیداد کی ایک شکل ہے، لیکن کسی مخصوص گاؤں یا کسی خطے میں رہنے والوں کے درمیان اس کی مساوی تقسیم نہیں ہوتی اور نہ ہی ہر ایک کے پاس زمین ہوتی ہے۔ درحقیقت زیادہ تر خطوں میں زرعی زمین کی تقسیم نہایت غیر مساوی ہے۔ ہندوستان کے کچھ حصوں میں زیادہ تر لوگوں کے پاس کچھ نہ کچھ زمین تو ہوتی ہی ہے لیکن عام طور پر یہ بہت چھوٹا ٹکڑا ہوتا ہے۔ دوسرے حصوں میں 40 سے 50 فی صد خاندانوں کے پاس کوئی زمین نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا ذریعۂ معاش زرعی مزدوروں سے دیگر قسم کے کاموں سے چلتا ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ تھوڑے سے خاندان بہت اچھی حالت میں ہیں جب کہ بڑی تعداد میں لوگ خطِ افلاس کے اوپر یا نیچے ہیں۔

ہندوستان کے زیادہ تر خطوں میں عورتیں عام طور پر زمین کی مالک نہیں ہوتیں۔ اس کی وجہ پدر نسبی رشتہ داری اور وراثت کے نظام کا رائج ہونا ہے۔ قانون عورتوں کو خاندانی جائیداد میں برابر کی حصہ داری دلانے میں مددگار رہتا ہے۔ درحقیقت ان کے حقوق بہت محدود ہوتے ہیں اور زمین کی ملکیت خاندان کے پاس ہوتی ہے جس کا سربراہ ایک مرد ہوتا ہے۔

اصطلاح زرعی ڈھانچہ کا استعمال اکثر زمین کی ملکیت کی ساخت یا تقسیم کے لیے کیا جاتا ہے۔ چونکہ دیہی علاقوں میں زرعی زمین نہایت اہم پیداواری وسیلہ ہے لہٰذا دیہی طبقاتی ساخت کو زمین کا ہی شکل فراہم کرتی ہے جو بڑی حد تک یہ طے کرتی ہے کہ کسی کو زرعی پیداوار کے عمل میں کیا کردار ادا کرنا ہے۔ متوسط اور بڑی زمینوں کے مالک عام طور پر زراعت سے اچھی آمدنی کر لیتے ہیں (حالانکہ یہ زرعی قیمتوں پر منحصر ہے، جن میں کافی نشیب و فراز آتا رہتا ہے، اس کے ساتھ ہی یہ مانسون جیسے اسباب پر بھی منحصر ہے) لیکن زرعی مزدوروں کو اکثر قانونی طور سے طے اجرت سے کم دی جاتی ہے اور وہ بہت کم کما پاتے ہیں۔ ان کی آمدنی اور روزگار غیر محفوظ ہوتا ہے۔ زیادہ تر زرعی مزدوری دہاڑی مزدور یعنی روزانہ کی مزدوری کی بنیاد پر کمانے والے ہوتے ہیں اور سال کے بیشتر دنوں میں ان کے پاس کوئی کام نہیں ہوتا۔ اسے کم روزگار کے طور پر جانا جاتا ہے۔ اسی طرح کاشت کار یا پٹے دار (کاشت کار جو زمین کے مالک سے زمین پٹے پر لیتا ہے) کی آمدنی مالک کاشت کار کی بہ نسبت کافی کم ہوتی ہے، کیونکہ وہ زمین کے مالک کو کافی کرایہ ادا کرتا ہے جو بالعموم فصل سے ہونے والی آمدنی کا 50 سے 75 فی صد ہوتا ہے۔

اسی طرح، زرعی سماج کو اس کے طبقاتی ڈھانچے کے معنی میں ہی سمجھا جا سکتا ہے، لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ذات نظام کے ذریعہ بھی اس کی ساخت وضع ہوتی ہے۔ دیہی علاقوں میں ذات اور طبقے کے درمیان ایک پیچیدہ رشتہ ہوتا ہے۔ جو ہمیشہ سیدھا سا نہیں ہوتا۔ ہم اکثر توقع کرتے ہیں کہ اونچی ذاتوں کے پاس زیادہ زمین اور آمدنی ہوتی ہے اور یہ بھی کہ ذات اور طبقے کے درمیان مطابقت ہے کیونکہ ان کا سلسلہ مدارج نیچے کی طرف ہوتا ہے۔ بہت سے علاقوں میں یہ کافی حد تک صحیح ہے لیکن یہ مکمل طور پر نہیں۔ مثلاً کئی جگہوں پر سب سے اونچی ذات (برہمن) زمین کے مالک نہیں ہیں لہٰذا وہ زرعی ڈھانچے سے بھی باہر ہو گئے حالاں کہ وہ دیہی سماج کے جز ہیں۔ ہندوستان کے بہت سے علاقوں میں زمین کی ملکیت والے گروہ کے لوگ 'شودر' یا 'کشتریہ' ہیں۔ ہر علاقے میں عام طور پر ایک یا دو ذاتوں کے لوگ ہی مالک ہوتے ہیں، وہ تعداد کی بنیاد پر بھی بہت اہم ہیں۔ ماہر سماجیات

ایم۔این۔سری نواس نے ایسے لوگوں کو غالب ذات کا نام دیا۔ ہر ایک علاقے میں غالب ذات گروہ کافی طاقت ور ہوتا ہے اور معاشی وسیاسی طور پر وہ لوگوں پر غلبہ بنائے رکھتا ہے۔ اتر پردیش کے جاٹ اور راجپوت، کرناٹک کے ووکالگاس اور لنگایت، آندھرا پردیش کے کماس، ریڈی، پنجاب کے جاٹ سکھ غالب زمین مالک گروہوں کی مثالیں ہیں۔

عام طور پر غالب زمین مالکوں کے گروہوں میں متوسط اور اونچی ذات کے گروہوں کے لوگ ہی آتے ہیں جب کہ زیادہ تر حاشیائی کسان اور بے زمین لوگ نچلی ذات گروہوں کے ہوتے ہیں۔ رسمی درجہ بندی میں وہ درج فہرست ذاتیں، قبائل یا دیگر پس ماندہ طبقے سے ہی متعلق ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے کئی حصوں میں پہلے 'اچھوت' یا دلت ذات کے لوگوں کو زمین کی ملکیت کا حق نہیں تھا۔ وہ زیادہ تر غالب ذات کے زمین مالک گروہوں کے یہاں زرعی مزدور کے طور پر کام کرتے تھے۔ اس سے قوت محنت کی بھی تشکیل ہوئی جن سے زمین مالکوں کے لیے گنجائش پیدا ہوئی کہ وہ ان سے زمین کی عمیق کاشت کروائیں اور زیادہ سے زیادہ آمدنی حاصل کریں۔

باکس 4.1

زرعی پیداوار اور زرعی ساخت کے درمیان براہ راست تعلق ہوتا ہے۔ ایسے علاقے جہاں آب پاشی کا کافی بہتر نظام ہو، جہاں کافی بارش ہو، جہاں آب پاشی کے مصنوعی ذرائع کام کرتے ہوں (جیسے چاول پیدا کرنے والے خطے جوندی کے ڈیلٹا پر ہوتے ہیں، مثال کے طور پر تمل ناڈ میں کاویری بیسن) وہاں عمیق یا کسی زراعت کے لیے زیادہ مزدوروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں بہت غیر مساوی زرعی ساخت کو فروغ حاصل ہوا۔ بڑی تعداد میں بے زمین مزدور جو کہ زیادہ تر بندھوا اور نچلی ذات کے ہوتے ہیں اس علاقے کی زرعی ساخت کی خصوصیات کا تعین کرتے ہیں۔ (کمار 1998)

© NCERT not to be republished

ذات اور طبقے کے درمیان خراب مطابقت کا مطلب یہ ہے کہ مخصوص اونچے اور متوسط طبقے کے پاس چونکہ سب سے بہتر زمین اور وسائل تھے اس لیے اقتدار اور مراعات بھی ان ہی کے پاس تھی۔ دیہی معیشت اور سماج کے لیے یہ اہم دلالت تھی۔ ملک کے زیادہ تر علاقوں میں 'مالک جائیداد ذات' گروہ کے پاس زیادہ تر وسائل کی ملکیت ہوتی ہے اور اپنے لیے کام کرانے میں وہ مزدوروں پر اچھی دست گاہ رکھے ہیں۔ شمالی ہندوستان کے کئی حصوں میں ابھی تک بے گار اور مفت مزدوری جیسا طریقہ رائج ہے۔ گاؤں کے زمین دار یا زمین کے مالک کے یہاں نچلی ذات گروہ کے ممبر سال میں چند مقررہ دنوں تک مزدوری کرتے ہیں۔ اسی طرح وسائل کی کمی اور زمین مالکوں کی معاشی، سماجی اور سیاسی مدد لینے کے لیے بہت سے غریب کام گار نسلوں سے ان کے یہاں بندھوا مزدور کی طرح کام کر رہے ہیں، گجرات میں اس نظام کو 'ہلپتی' کے نام سے جانا جاتا ہے (بریمن، 1974) اور کرناٹک میں اسے 'جیتا' کہتے ہیں۔ حالانکہ قانونی طور پر اس طرح کے نظام کا خاتمہ ہو گیا ہے لیکن کئی علاقوں میں یہ اب بھی چل رہا ہے۔ شمالی بہار کے ایک گاؤں میں زیادہ تر زمین مالک بھومی ہار ہیں، یہ بھی ایک غالب ذات ہے۔

سرگرمی 4.2

➤ غور کیجیے کہ آپ نے ذات نظام کے بارے میں کیا سیکھا۔ زرعی یا دیہی طبقاتی ساخت اور ذات کے درمیان پائے جانے والے مختلف تعلقات کی درجہ بندی کیجیے۔ وسائل، مزدور اور پیشے تک مختلف رسائیوں کے معنی پر بحث کیجیے۔

4.2 زمینی اصلاحات کا اثر (THE IMPACT OF LAND REFORMS)

نوآبادیاتی دور (THE COLONIAL PERIOD)

ہندوستان میں تاریخی اسباب کی بنا پر بعض علاقے محض ایک یا دو اہم بڑے گروہوں کے غلبے میں رہے، لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ زرعی ڈھانچہ قبل نوآبادیات سے نوآبادیات اور آزادی کے بعد بڑے پیمانے پر تبدیل ہوتا رہا جب کہ وہی غالب ذات قبل نوآبادیاتی دور میں کاشت کار زیر کاشت زمین کے راست مالک نہیں تھے۔ ان کی جگہ پر حکومت کرنے والے گروہ جیسے کہ مقامی راجہ یا زمین دار (زمین کے مالک جو اپنے علاقے میں سیاسی طور پر طاقتور تھے، عام طور پر چھتری یا دیگر اونچی ذات کے ہوتے تھے) زمین پر کنٹرول رکھتے تھے۔ کسان یا کاشت کار جو کہ اس زمین پر کام کرتا تھا وہ فصل کا ایک حصہ انھیں دے دیتا تھا جب برطانیہ نے ہندوستان کو نوآبادیاتی ملک بنایا تو انھوں نے کئی علاقوں میں ان مقامی زمین داروں کے ذریعہ ہی کام چلایا۔ انھوں نے زمین داروں کو مالکانہ حقوق بھی دے دیے۔ برطانوی لوگوں کے لیے کام کرتے ہوئے انھیں زمین پر پہلے سے زیادہ کنٹرول حاصل ہوا۔ حالانکہ ان نوآبادکاروں نے زرعی زمین پر بہت زیادہ ٹیکس لگا دیا تھا۔ زمین دار کسان سے ٹیکس کی شکل میں جتنی زیادہ پیداوار اور رقم لے سکتے تھے لے لیتے تھے۔ زمین داری نظام کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ برطانوی دور میں زرعی پیداوار کم ہونے لگی۔ زمین داروں کے ظلم و جبر سے کسانوں نے فرار کی راہ اختیار کی اور بار بار کی ہونے والی قحط سالی اور جنگوں کے سبب آبادی میں کافی کمی آئی۔

نوآبادیاتی ہندوستان کے بہت سے اضلاع کا انتظامیہ زمین داری نظام کے تحت تھا۔ دیگر علاقوں میں جو براہ راست برطانوی حکومت کے تحت تھے انھیں زمینی بندوبست کا رعیت واری نظام کہا جاتا تھا۔ (تیلگو میں رعیت کے معنی کاشت کار کے ہوتے ہیں) اس نظام میں زمین دار کے بجائے کاشت کار (جو اکثر زمین کے مالک ہوا کرتے تھے نہ کہ کاشت کار) ہی ٹیکس ادا کرنے کے لیے ذمہ دار ہوا کرتا تھا۔ کیوں کہ نوآبادیاتی حکومت سیدھا کسانوں یا زمین مالکوں سے سروکار رکھتی تھی نہ کہ کسی حاکم کے ذریعہ۔ اس میں ٹیکس کاری کا بوجھ کم پڑتا تھا اور کاشت کاروں کو زراعت میں سرمایہ کاری کی زیادہ حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔ نتیجتاً یہ علاقے نسبتاً زیادہ پیداواری اور خوش حال بن گئے۔

نوآبادیاتی ہندوستان میں زمین کے ٹیکس کے اس پس منظر کو (جس کے بارے میں آپ نے اپنی تاریخ کی کتابوں میں مطالعہ کیا ہے)، جدید ہندوستان میں زرعی ساخت کا مطالعہ کرتے ہوئے ذہن میں رکھنا ضروری ہے کیونکہ موجودہ ساخت میں تبدیلیوں کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔

آزاد ہندوستان (INDEPENDENT INDIA)

ہندوستان کے آزاد ہونے کے بعد نہرو اور ان کے پالیسی صلاح کاروں نے منصوبہ بند ترقی کے پروگرام پر توجہ مبذول کی۔ زرعی اصلاحات کے ساتھ ساتھ صنعت کاری پر بھی توجہ دی گئی۔ پالیسی سازوں نے جو اس وقت مایوس کن زراعتی صورت حال پر جوابی عمل

پیش کر رہے تھے ان امور کی نشان دہی کم پیداواریت، درآمد اناج پر انحصار اور دیہی آبادی کے ایک بڑے طبقے میں زبردست غربت کے طور پر کی۔ انھوں نے محسوس کیا کہ زراعت کی ترقی کے لیے زرعی ساخت میں اہم اصلاح اور خاص طور پر زمین کی ملکیت اور زمین کی تقسیم کے نظام میں بہتری پیدا کی جانی ضروری تھی۔ 1950 اور 1970 کے دوران زمینی اصلاح کے قوانین کا سلسلہ قومی پیمانے کے ساتھ ساتھ ریاستوں میں بھی شروع کیا گیا جن کا مقصد ان تبدیلیوں کی شروعات تھی۔

پہلی اہم قانون سازی زمین داری نظام کے خاتمے سے متعلق تھی اس کے ذریعہ بچولیوں کو ختم کرنا تھا جو ریاست اور کاشت کاروں کے درمیان مانع تھے۔ زمینی اصلاح سے متعلق جو بھی قانون پاس کیے گئے ان میں یہ قانون غالباً سب سے زیادہ مؤثر تھا۔ زیادہ تر علاقوں میں یہ زمین پر زمین داروں کے اعلیٰ حقوق اور ان کی معاشی و سیاسی تسلط کو ختم کرنے میں کامیاب رہا۔ یقیناً ایسا بغیر جدوجہد کے نہیں ہو سکتا تھا۔ آخر کار اس کا اثر یہ ہوا کہ زمین کے حقیقی مالکان اور کاشت کاروں کی حیثیت مقامی سطح پر کافی مضبوط ہوئی تاہم زمین داری کے خاتمے کے ذریعہ زمین کو کرائے پر چڑھانے، لگان داری پٹے داری یا فصلوں میں شریک ہونے کے نظام کو پوری طرح ختم نہیں کیا جا سکا۔ یہ نظام کئی علاقوں میں چلتا رہا۔ اس سے کثیر سطحی زرعی ڈھانچے میں زمین داری کی اونچی سطح کو ہٹایا جا سکا۔

شروع کیے گئے دیگر اہم زمینی اصلاحی قوانین میں لگان داری کا خاتمہ اور ضابطہ بندی ایکٹ تھے۔ انھوں نے یا تو پٹے داری یا لگان داری کو مجموعی طور پر ہٹانے کی کوشش کی یا کرائے کے لیے قانون بنائے تاکہ کاشت کاروں کو کسی حد تک تحفظ فراہم کیا جا سکے۔ اکثر ریاستوں میں ان قوانین کو بہت زیادہ مؤثر طور پر کبھی نافذ نہیں کیا گیا۔ مغربی بنگال اور کیرل میں زرعی ساخت کو بنیادی طور پر نئے سرے سے وضع کیا گیا جس کے ذریعہ کاشت کاروں یا پٹے داروں کو زمینی حقوق دیے گئے۔

سرگرمی 4.3

- بھودان تحریک کے بارے میں معلوم کریں۔
- آپریشن بارگا کے بارے میں معلوم کریں۔
- بحث کریں

زمینی اصلاحی قوانین کا تیسرا بڑا زمرہ زمین کی حد بندی ایکٹ تھا جن کے تحت زمین رکھنے کی اوپری حد طے کر دی گئی جو کوئی خاندان رکھ سکتا تھا۔ حد بندی کی مقدار ہر خطے میں متفرق تھی جو زمین کی قسم، اس کی پیداواری صلاحیت اور دوسرے اسی طرح کے عوامل پر منحصر تھی۔ بہت زیادہ پیداواری (زرخیز) زمین کی حد بندی کم تھی جب کہ غیر پیداواری بنجر زمین کی حد بندی زیادہ تھی۔ ان قوانین کے مطابق ریاستوں کا کام تھا کہ وہ ہر ملکیت والی زمین کی شناخت کر کے زائد زمین (حد بندی سے اوپر) کا تصرف اختیار کریں اور اسے نئے سرے سے بے زمین کنبوں اور دیگر صراحت کیے گئے زمروں جیسے درج فہرست ذات اور درج فہرست قبائل کو نئے سرے سے تقسیم کریں۔ زیادہ تر ریاستوں میں یہ قوانین بے اثر ثابت ہوئے۔ ان میں بچنے کی بہت سی صورتیں یا دیگر حکمت عملیاں تھیں جن کے ذریعہ زمین کے مالکان اپنی زائد زمین کو ریاست کے قبضے سے بچانے میں کامیاب رہے۔ جہاں کچھ بہت ہی بڑی املاک یا جائدادوں کو توڑ دیا گیا وہیں اکثر معاملات میں زمین کے مالکان اپنی زمین کو رشتہ داروں اور دوسروں کے درمیان تقسیم کرنے میں کامیاب رہے اس میں ان کے ملازمین بھی شامل تھے۔ اس بے نام منتقلی میں زمین پر اُن کا کنٹرول بنائے رکھنے کی گنجائش تھی۔ بعض مقامات پر تو وہ امیر کسان جنھوں نے اصلاً اپنی بیویوں کو طلاق دے دی تھی (لیکن وہ ان کے ساتھ رہتے رہے) تاکہ زمینی حد بندی کے قانون کے شق سے بچا جا سکے جس میں غیر شادی شدہ عورتوں کے لیے الگ حصہ تھا لیکن بیویوں کے لیے نہیں۔

زرعی ڈھانچہ پورے ہندوستان میں بہت زیادہ متفرق ہے اور زمینی اصلاحات کی پیش رفت میں بھی ریاستوں کے درمیان یکساں نہیں ہے۔ تاہم، مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے نوآبادیاتی دور سے عہد حاضر تک کافی تبدیلیاں رونما ہوئیں لیکن ان میں کافی زیادہ غیر یکسانیت ہے۔ اس ڈھانچہ نے زرعی پیداواریت کو محدود کیا۔ زمینی اصلاحات زرعی پیداوار کو بڑھانے، دیہی علاقوں سے غریبی ہٹانے سماجی انصاف دلانے کے لیے بھی ضروری ہیں۔

4.3 سبز انقلاب اور اس کے سماجی نتائج (THE GREEN REVOLUTION AND ITS SOCIAL CONSEQUENCES)

ہم نے دیکھا کہ زیادہ تر علاقوں میں زمینی اصلاحات کا دیہی سماج اور زرعی ساخت پر محدود اثر پڑا۔ اس کے برعکس 1960 اور 1970 کی دہائی میں سبز انقلاب کے ذریعہ ان علاقوں میں جہاں یہ واقع ہوا زبردست تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ سبز انقلاب زرعی جدید کاری کا ایک سرکاری پروگرام تھا۔ اس کے لیے مالی امداد بین الاقوامی ایجنسیوں کے ذریعہ مہیا کی گئی تھی۔ یہ پروگرام کسانوں کے لیے کیڑے مار ادویات، فرٹیلائزر اور دیگر درآمدات (ماد خل) کے ساتھ ساتھ اونچی پیداوار یا مخلوط قسم کے بیجوں پر مرکوز تھا۔ سبز انقلاب سے متعلق پروگراموں کو صرف ان ہی علاقوں میں نافذ کیا گیا تھا جہاں آب پاشی کا مناسب انتظام تھا کیونکہ نئے بیجوں اور کاشت کاری کے طریقوں کے لیے کافی پانی کی ضرورت تھی۔ اس میں خاص طور پر گیہوں اور چاول کی پیداوار والے علاقوں کو ہدف بنایا گیا تھا۔ جس کے نتیجے میں سبز انقلاب کے پیکیج کی پہلی کوشش صرف چھ خطوں پنجاب، مغربی اتر پردیش، آندھرا پردیش کے ساحلی علاقے اور تمل ناڈ کے کچھ حصوں میں اثر انداز رہی۔ نیز سماجی اور معاشی کایا پلٹ جوان خطوں میں دیکھی گئی اس سے سبز انقلاب کے بارے میں سماجی سائنس دانوں کے پُرجوش مطالعات اور عمیق بحث کی باڑھ سی آگئی۔

نئی ٹیکنالوجی کے سبب زرعی پیداواریت میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ اور کئی دہائیوں کے بعد پہلی بار اناج کی پیداوار میں ہندوستان خودکفیل بن سکا۔ سبز انقلاب کو حکومت اور ان سائنس دانوں کی ایک بہت بڑی کامیابی سمجھا گیا جنھوں نے اس میں اشتراک کیا۔ حالانکہ اس کے کچھ منفی سماجی اثرات تھے جن کی نشان دہی ان ماہرین سماجیات نے کی تھی جنھوں نے سبز انقلاب والے علاقوں کا مطالعہ کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا کچھ مخالف ماحولیاتی اثر بھی پڑا۔

سبز انقلاب کے زیادہ تر علاقوں میں بنیادی طور پر متوسط اور بڑے کسان ہی تھے جو نئی ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھا سکے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس میں لگنے والا مال (درآمد) بہت مہنگا پڑتا تھا چھوٹے اور حاشیائی کسان کی استطاعت نہیں رکھتے تھے جتنا کہ بڑے کسان۔ جب زراعت کرنے والے بنیادی طور پر اپنے لیے پیداوار کرتے ہیں اور بازار کے لیے نہیں کر پاتے تو اسے گزر بسر کرنے والی زراعت کہا جاتا ہے اور عام طور پر انھیں چھوٹے کاشت کار یا کسان کہا جاتا ہے۔ زراعت کار یا کسان وہ ہیں جو زائد یا فاضل پیدا کرنے کے اہل ہوتے ہیں جو ان کے اہل خانہ کی ضرورت سے زیادہ ہوتی ہے اور اس طرح وہ بازار سے جڑ جاتے ہیں۔ سبز انقلاب اور اس کے بعد زراعت کے تجارتی بننے سے وہی کسان فائدہ اٹھا سکے جو بازار کے لیے فاضل پیداوار کرنے کے اہل تھے۔

اس طرح سبز انقلاب کے پہلے مرحلے 1960 اور 1970 کی دہائی میں نئی تکنیک کے نافذ ہونے سے دیہی سماج میں

© NCERT not to be republished

عدم مساوات ظاہر ہوئی۔ سبز انقلاب کی فصلیں زیادہ منافع والی تھیں کیونکہ ان سے زیادہ پیداوار ہوتی تھی۔ بہتر معاشی حیثیت والے کسان جن کے پاس زمین، پونجی، تکنیک اور معلومات تھی اور جو نئے بیجوں اور کھادوں میں پیسہ لگا سکتے تھے وہ اپنی پیداوار بڑھا سکے اور زیادہ رقم کما سکے۔ حالانکہ کئی معاملوں میں اس سے پٹے دار کسان بے دخل بھی ہوئے۔ ایسا اس لیے ہوا کیونکہ زمین کے مالکوں نے اپنے پٹے داروں سے زمین واپس لے لی اس طرح اب براہ راست زرعی کام کرنا زیادہ فائدہ مند تھا۔ اس سے امیر کسان مزید خوش حال ہو گئے اور بے زمین نیز حاشیائی زمین مالکوں کی حالت مزید ابتر ہو گئی۔

اس کے علاوہ پنجاب اور مدھیہ پردیش کے کچھ علاقوں میں زرعی ساز و سامان جیسے ٹلر، ٹریکٹر، تھریشر اور ہارویسٹر کے استعمال نے خدمات فراہم کرنے والی جاتیوں کے ان گروہوں کو بھی بے دخل کر دیا جو زراعت سے متعلق ان سرگرمیوں کو انجام دیا کرتی جس کی وجہ سے دیہی علاقوں سے شہری علاقوں کی طرف ہجرت کی رفتار مزید بڑھا دی۔

سبز انقلاب کا حتمی نتیجہ ''تفریق'' ایک ایسا عمل تھا جس میں امیر اور زیادہ امیر ہو گئے جب کہ کئی غریب غریب ہی رہے یا اور بھی زیادہ غریب ہو گئے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ کئی علاقوں میں مزدوری کے مطالبہ میں اضافہ سے زرعی مزدوروں کے روزگار اور ان کی روزینہ میں بھی اضافہ ہوا۔ اس کے علاوہ قیمتوں میں اضافہ اور زرعی مزدوروں کی ادائیگی کے طریقوں میں تبدیلی، اناج کی جگہ نقد ادائیگی سے زیادہ تر دیہی مزدوروں کی معاشی حالت خستہ ہو گئی۔

سبز انقلاب کے پہلے مرحلے کے بعد دوسرا مرحلہ ہندوستان کے خشک اور نیم آب پاشی علاقوں میں حال ہی میں نافذ کیا گیا۔ ان علاقوں میں خشک سے آب پاشی والی زراعت کی طرف ایک نمایاں تبدیلی آئی ہے جس کے ساتھ ہی فصل کاری اور اگائی جانے والی فصلوں کی اقسام میں بھی اضافہ ہوا۔ بڑھتی تجارت کاری اور بازار پر انحصار ان علاقوں میں (مثال کے طور پر جہاں کپاس کی کھیتی کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے) بڑھ گیا جن سے ذریعۂ معاش کا تحفظ کم ہونے کے بجائے بڑھ گیا کیونکہ کسان جو کسی وقت اپنے استعمال کے لیے اناج کی پیداوار کرتے تھے اب اپنی آمدنی کے لیے بازار پر منحصر ہو گئے۔ بازار رخی زراعت میں خاص طور پر جب ایک ہی فصل اگائی جاتی ہے تو قیمتوں میں کمی یا خراب فصل سے کسانوں کی معاشی بربادی ہو سکتی ہے۔ سبز انقلاب کے زیادہ تر علاقوں میں کسانوں نے کثیر فصلی زرعی نظام، جس میں وہ دشواریوں کو بانٹ سکتے تھے، کی جگہ پر واحد فصلی زرعی نظام کو اپنایا جس کا مطلب یہ تھا کہ فصل کے ضائع ہونے پر ان کے پاس گذر بسر کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔

سبز انقلاب کی حکمت عملی کا ایک منفی نتیجہ علاقائی عدم مساوات میں اضافہ تھا۔ وہ علاقہ جہاں یہ تکنیکی تبدیلی ہوئی، زیادہ ترقی یافتہ ہو گئے جب کہ دیگر علاقے پہلے کی طرح رہے۔ مثال کے طور پر سبز انقلاب کو ملک کے مشرقی، مغربی جنوبی حصوں پنجاب و ہریانہ اور مغربی اتر پردیش میں زیادہ نافذ کیا گیا (داس 1999) اس کے نتیجے میں ہم دیکھتے ہیں کہ بہار اور مشرقی اتر پردیش جیسی ریاستوں اور تلنگانہ جیسے خشک علاقوں میں زراعت نسبتاً غیر ترقی یافتہ رہی۔ یہی وہ علاقے ہیں جہاں جاگیردارانہ زرعی ساخت اب بھی قائم ہے جس میں زمین مالک نچلی ذاتوں، زرعی مزدوروں اور چھوٹے کسانوں پر اپنا اقتدار برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ ذات اور طبقہ میں زبردست عدم مساوات اور مزدوروں کے استحصالی رویے نے ان علاقوں میں کئی طرح کے تشدد جن میں بین ذات تشدد بھی شامل ہے کو حالیہ سالوں میں فروغ دیا ہے۔

© NCERT not to be republished

اکثر یہ سوچا جاتا ہے کہ زراعت کے سائنسی طریقے کا علم فراہم کرنے سے ہندوستانی کسانوں کی حالات میں بہتری پیدا ہوگی۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہندوستانی کسان سبز انقلاب سے پہلے سے زرعی کام کرتے چلے آرہے ہیں۔ انھیں زرعی زمین اور اس میں بوئی جانے والی فصلوں کے بارے میں تفصیلی روایتی علم ہے۔ ایسی بہت سی معلومات جنھیں کسانوں نے صدیوں میں فروغ دیا تھا وہ ختم ہوتی جارہی ہیں کیونکہ مخلوط اور اونچی پیداوار والے اور جینیائی اصلاح شدہ بیجوں کی مختلف اقسام کو زیادہ پیداواری اور سائنسی طور پر فروغ دیا جارہا ہے (گپتا 1998؛ واسوی، 1999)۔ ماحول اور سماج پر زراعت کے جدید طریقوں کے منفی اثرات کو دیکھتے ہوئے بہت سے سائنس داں اور کسانوں کی تحریکیں اب زراعت کے روایتی طریقوں اور زیادہ نامیاتی بیجوں کی طرف واپس آنے کا مشورہ دینے لگے ہیں۔ دیہی عوام خود یقین کرتے ہیں کہ مخلوط قسم روایتی اقسام کی نسبت کم صحت بخش ہوتی ہے۔

باکس 4.2

مقامی تصرے میں مخلوط پیداوار کے ساتھ نامیاتی پیداوار کی تکمیلیت کا موازنہ کیا جانا بڑھ رہا ہے۔ مدھاؤ گاؤں کی ایک بزرگ خاتون بھارگو ہوگر نے کہا: کیا...... یہ کچھ گیہوں، لال سورگھم اگاتے ہیں...... کچھ قد اور مرچ کے پودے اگاتے ہیں...... کپاس...... اب یہ صرف مخلوق ہیں...... کہاں ہے جواری (نامیاتی مقامی)؟ مخلوط بیج اب زمین پر اگائے جانے لگے ہیں — بچے جو پیدا ہوئے ہیں وہ بھی مخلوط (hybrid) ہیں۔

(واسوی 96–1994:295)

4.4 آزادی کے بعد دیہی سماج میں تبدیلیاں (TRANSFORMATIONS IN RURAL SOCIETY AFTER INDEPENDENCE)

آزادی کے بعد دیہی علاقوں خاص کر ان علاقوں میں جہاں سبز انقلاب ہوا سماجی رشتوں کی نوعیت میں کئی مؤثر تبدیلیاں واقع ہوئیں ان تبدیلیوں میں شامل ہیں:

- عمیق زراعت کے سبب زرعی مزدوروں میں اضافہ؛
- اناج کے بجائے نقد میں ادائیگی
- کسانوں یا زمین مالکوں اور زرعی مزدوروں (بندھوا مزدور کے طور پر معروف) کے درمیان؛ روایتی بندھنوں یا موروثی رشتوں میں ڈھیلا پن؛
- آزاد اجرتی مزدوروں کے طبقے کا عروج؛

زمین مالکوں (جو زیادہ تر غالب ذات کے ہوتے تھے) اور زرعی مزدوروں (زیادہ تر نچلی ذات کے) کے درمیان رشتوں میں نوعیت کی تبدیلی کا بیان ماہر سماجیات جان بریمن نے 'سرپرستی سے استحصال' کی طرف منتقلی میں کیا تھا (بریمن 1974) ایسی تبدیلیاں ان تمام علاقوں میں ہوئیں جہاں زراعت کی تجارت کاری زیادہ ہوئی یعنی جہاں فصلوں کی پیداوار بنیادی طور پر بازار میں فروخت کے مقصد کے لیے کی گئی۔ مزدور رشتے میں اس تبدیلی کو کچھ ماہرین نے سرمایہ دارانہ زراعت کی طرف تبدیلی دیکھا کیونکہ پیداوار کا سرمایہ دارانہ طریقہ اس کے ذرائع (اس معاملے میں زمین) سے مزدوروں کی علاحدگی اور آزاد اجرتی مزدور کے استعمال پر مبنی ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ سچ ہے کہ زیادہ ترقی یافتہ خطوں میں کسان زیادہ بازار رخی بنتے جارہے تھے۔ چونکہ زراعت اب زیادہ تجارتی بن گئی ہے اس لیے یہ دیہی علاقے بھی وسیع معیشت میں مربوط ہوتے جارہے تھے۔ اس عمل سے زر کا بہاؤ گاؤں کی طرف بڑھا

اور کاروبار میں روزگار کے لیے مواقع میں وسعت پیدا ہوئی لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ دیہی معیشت میں تبدیلی کا یہ عمل دراصل نوآبادیاتی دور میں شروع ہوا تھا۔ انیسویں صدی میں مہاراشٹر میں زمینوں کے بڑے قطعے کپاس کی زراعت کے لیے دیے گئے تھے اور اس کی کھیتی کرنے والے کسان سیدھے عالمی بازار سے جڑ گئے؛ حالانکہ اس کی رفتار اور وسعت میں آزادی کے بعد تیزی سے تبدیلی ہوئی کیوں کہ حکومت نے زراعت کے جدید طریقوں کی حوصلہ افزائی کی اور دیگر حکمت عملیوں کے ذریعہ دیہی معیشت کو جدید بنانے کی کوشش کی۔ ریاستی حکومت نے دیہی بنیادی ساخت و سہولیات جیسے آب پاشی، سڑکیں، بجلی اور زراعتی درآمدیوں کا اہتمام بشمول بینکوں اور کوآپریٹو کے ذریعہ ادھار کی سہولت وغیرہ کو فروغ دینے میں سرمایہ داری کی۔ زراعتی پیداوار میں مستقل اضافے کے لیے بجلی کی فراہمی ضروری ہے۔ بجلی کی فراہمی بہت ضروری ہے۔ ہندوستانی حکومت کی حال میں شروع کردہ 'دین دیال اپادھیائے جیوتی یوجنا' اس جانب ایک اہم قدم ہے۔ دیہی ترقی کی ان کوششوں کا بحیثیت مجموعی نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف دیہی معیشت اور زراعت میں انقلاب آیا بلکہ زرعی ساخت اور خود دیہی سماج میں بھی تبدیلی پیدا ہوئی۔

ملک کے مختلف حصوں میں کاشت

1960 اور 1970 کی دہائی میں زرعی ترقی کے ذریعہ دیہی سماجی ساخت کو بدلنے میں نئی ٹیکنالوجی کو اپنانے والے متوسط اور بڑے کسانوں کی خوش حالی کا بھی اہم رول تھا۔ اس پر پچھلے سیکشن میں بحث کی جا چکی ہے۔ زراعتی طور پر کئی خوش حال خطوں جیسے ساحلی آندھرا پردیش، مغربی اتر پردیش اور مرکزی گجرات غالب ذاتوں سے تعلق رکھنے والے امیر کسانوں نے زراعت سے ہونے والے فائدے کی سرمایہ کاری دیگر قسم کے کاروبار میں کرنی شروع کی۔ تنوع کے اس عمل سے نئے کاروباری مہم جو ابھرے جنھوں نے دیہی علاقوں سے ترقی پذیر خطوں کے ابھرتے شہروں کی طرف رخ کیا۔ اس سے نئے علاقائی طبقہ کو عروج حاصل

ہوا جو معاشی اور سیاسی طور پر بھی غالب ہوگئے۔ (رٹن (Rutten) 1995)۔ طبقاتی ساخت میں اس تبدیلی کے ساتھ دیہی اور نیم شہری علاقوں میں اونچی تعلیم کی اشاعت خاص طور پر نجی پروفیشنل کالجوں کے قیام سے نئے دیہی ممتاز طبقے کے ذریعہ اپنے بچوں کو تعلیم یافتہ بنانا ممکن ہوا، جن میں کئی نے پروفیشنل یا سفید پوش پیشے اپنائے یا کاروبار کی شروعات کر کے شہری متوسط طبقات کو وسعت فراہم کی۔

اس طرح تیز زراعتی ترقی والے علاقوں میں پرانے زمین دار یا زرعی گروپوں کو تقویت ملی، جنھوں نے ایک فعال کاروباری مہم جو دیہی وشہری غالب طبقے کے طور پر خود کو ڈھال لیا، لیکن دیگر علاقوں جیسے مشرقی اتر پردیش اور بہار میں موثر زمین اصلاحات، سیاسی حرکت پذیری اور تقسیم نو میں کمی کے سبب وہاں تقابلی طور پر زرعی ساخت اور زیادہ تر لوگوں کے زندگی کے حالات میں تھوڑی تبدیلی پیدا ہوئی۔ اس کے برخلاف کیرل جیسی ریاست ترقی کے ایک مختلف عمل سے گزری جس میں سیاسی حرکت پذیری، تقسیم نوع کے ذرائع اور بیرونی معیشت سے وابستگی (بنیادی طور پر خلیج ممالک سے) نے دیہی ماحول میں بھرپور تبدیلی پیدا کی۔ کیرل میں دیہی علاقے بنیادی طور پر زراعتی ہونے کے بجائے مخلوط معیشت والے ہیں جن میں کچھ زراعتی عمل خوردہ فروخت اور خدمات کے ایک تفصیلی نیٹ ورک سے جڑے ہوئے ہیں اور جہاں ایک بڑی تعداد میں خاندان بیرون ممالک سے بھیجی ہوئی رقم پر منحصر ہیں۔

زراعت میں بدلتی ٹیکنالوجی

اس گھر "وسوکروتھم" کو دیکھیے جو کیرل کے ایک گائوں میں واقع ہے۔ یہ پال گھاٹ قصبے سے 3 کلومیٹر دور ایک گائوں یکّار میں ہے۔

© NCERT not to be republished

4.5 مزدوروں کی گردش (CIRCULATION OF LABOUR)

مہاجر زرعی مزدوروں میں اضافہ دیہی سماج کی ایک دیگر اہم تبدیلی ہے جو زراعت کے کمرشیلائزیشن سے متعلق ہے۔ مزدوروں یا پٹے داروں اور زمین کے مالکوں کے درمیان سر پرستی کا روایتی بندھن ٹوٹنے اور پنجاب جیسے سبز انقلاب والے خطوں میں زرعی مزدوروں کے لیے موسمی اضافے کے طور پر موسمی نقل پذیری کا نیا انداز سامنے ہے، جس میں ہزاروں مزدور اپنے گھر گاؤں سے ان خوش حال علاقوں کے درمیان گردش کرنے لگے ہیں جہاں مزدوری کے لیے زیادہ مطالبہ ہے اور انھیں زیادہ اجرتیں ملتی ہیں۔ 1990 کی دہائی کے وسط سے دیہی علاقوں میں عدم مساوات بڑھنے کے سبب مزدوروں کی نقل پذیری نے بہت سے اہل خانہ کو اس بات پر مجبور کیا ہے کہ وہ گذر بسر کے لیے کثیر پیشوں کو متحد کریں۔ ذریعۂ معاش کی حکمت عملی کے طور پر محدود مدد، کام کی تلاش اور بہتر اجرت کے لیے وقتاً فوقتاً نقل مکانی کرتے ہیں، جب کہ عورتوں اور بچوں کو اپنے بزرگ ماں باپ کے پاس چھوڑ دیا جاتا ہے۔ نقل مکانی کرنے والے مزدور اکثر خشک سالی سے متاثر اور کم پیداواری صلاحیت والے خطوں سے سال کے کچھ حصوں میں پنجاب اور ہریانہ کے کھیتوں میں یا اتر پردیش کے اینٹ کے بھٹوں میں، نئی دہلی یا بنگلور جیسے شہروں میں تعمیراتی کام کے لیے آتے ہیں۔ نقل مکانی کرنے والے ان مزدوروں کو آزادی یا اپنی مرضی کے مالک مزدور کا نام جان بریمن کے ذریعہ دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس سے آزادی کا مفہوم نہیں نکلتا بلکہ اس کے برعکس بریمن (1985) کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ بے زمین مزدوروں کے پاس بہت زیادہ حقوق نہیں ہوتے، مثال کے طور پر انھیں طے شدہ کم سے کم اجرت بھی نہیں دی جاتی۔ یہ بات یہاں قابل غور ہے کہ امیر کسان اکثر فصل کی کٹائی یا اس طرح کے شدید محنت والے کاموں کے لیے مقامی مزدور طبقہ کی نسبت مہاجر مزدوروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مہاجر مزدوروں کا استحصال زیادہ آسانی سے کیا جاسکتا ہے اور انھیں کم مزدوری بھی دی جاسکتی ہے۔ اس ترجیح نے کچھ علاقوں میں ایک منفرد انداز پیدا کر دیا ہے جس میں مقامی بے زمین مزدور اپنے گاؤں سے زرعی کاموں میں عروج کے زمانے میں بھی کام کی تلاش میں نکل جاتے ہیں جب کہ مہاجر مزدوروں کو مقامی کھیتوں پر کام کرنے کے لیے دوسرے علاقوں سے لایا جاتا ہے۔ یہ انداز خصوصاً گنا پیدا کرنے والے علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ نقل مکانی اور کام کے تحفظ میں کمی کے سبب ان مزدوروں کے کام کرنے اور زندگی گزارنے کی حالتوں میں بدتری پیدا ہو جاتی ہے۔

مزدوروں کی بڑے پیمانے پر گردش سے دیہی سماج پر خواہ وہ مزدوروں سے کام لینے والے خطے ہوں یا مزدور فراہم کرنے والے علاقے زبردست اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر غریب علاقوں میں جہاں خاندان کے مرد ممبر سال کے زیادہ تر حصہ گاؤں کے باہر کام کرنے میں گزارتے ہیں، زراعت بنیادی طور پر عورتوں کا کام بن گیا ہے۔ عورتیں بھی زرعی مزدوروں کے اہم ذرائع کے طور پر ابھر رہی ہیں۔ اس سے زراعتی قوت کار کی تانیث کار (feminisation) ہوئی ہے۔ عورتوں میں عدم تحفظ بھی زیادہ ہے کیونکہ ایک جیسے کام کے لیے مردوں کی نسبت وہ کم مزدوری پاتی ہیں۔ ابھی حال تک سرکاری اعداد و شمار کے مطابق کمانے والوں اور مزدوروں کے طور پر عورتیں مشکل سے نظر آتی تھیں جب کہ عورتیں زمین پر بے زمین مزدوروں اور کاشت کاروں کی حیثیت سے کافی محنت کرتی ہیں لیکن موجودہ پدر نسبی قرابت داری نظام اور مردوں کو حقوق فراہم کرنے والے دیگر ثقافتی رواج نے زمین کی ملکیت سے عورتوں کو خارج کیا گیا ہے۔

© NCERT not to be republished

4.6 عالم کاری، نرم کاری اور دیہی سماج (GLOBALISATION, LIBERALISATION, AND RURAL SOCIETY)

LETTER FROM MANSURPUR

In western UP, sugarcane is life

Avijit Ghosh | TNN

Mansurpur (UP): It's early morning. And a bunch of anarchic lorries and tractors swollen with sugarcane are already holding up the traffic on NH 58. A little ahead, a posse of bullock carts in similar condition has formed a hydra-headed queue before a sugar mill in this dusty kasba. It will be hours before the yield is delivered.

Outside, Raj Kumar Tyagi of Mubarakpur village sits by his tractor unmindful of asthmatic dust hanging thick in the air. "We are used to waiting," he says. "That's what a crop like sugarcane that takes almost a year to mature teaches farmers."

The wait, from all accounts, has been worth it. "This year, the quality and quantity is good," says Vipin Tyagi, manager (cane), Uttam Sugar Mills. The state government hasn't announced the year's procurement price yet. But the cheery mood flows from a rustic wisdom that former pradhan of Tughluqpur village, Om Singh, typifies. He says, "With UP assembly elections due early next year, farmers believe chief minister Mulayam Singh Yadav will declare a high procurement rate just like wheat." Farmer-friendly organisations have been issuing press statements to keep the pressure. Last year, cane farmers earned around Rs 130-135 per quintal. This year, they hope to fetch at least Rs 150 per quintal.

But the long, jointed fibrous stalk isn't just the region's primary crop. In these parts, sugarcane is synonymous with life. It's not only the spine of the local economy; it's also the soul of its social calendar. The quantum of production and its price decides both marriage spending and motorcycle sales. The crop acts as a guarantee for farmers in need of loans. In these badlands, where kidnapping is a cottage industry, it means a lot for criminals too.

"Before the harvest, kidnappers hide their victims in tall sugarcane fields. After the crop is reaped, the venue shifts elsewhere," says Amarendra Sengar, SP, Muzaffarnagar district. "But unlike Punjab, where festivals like Lohri are linked to wheat harvesting, no such celebrations are associated with sugarcane," says Muzaffarnagar-based psychologist Sanjay Singh.

Statistics show UP contributes about 44% of India's total cane production. About 2.25 million hectares is under sugarcane cultivation. In 2005-06, the state produced around 135 million tonnes of the crop.

And western UP is cane heartland. As Pervez Garg of Mansurpur Traders Association puts it succinctly, "Everything we do or don't do is linked to sugarcane." Sari sales in his shop rise by 30% during the harvest season. Mobile phone retailer Sudesh Kumar sells three phones on an average during the off-season but the harvest months (November to March), sees sales move north to six phones a day. "Sometimes, the number is as high as nine," he informs. But for a liquor seller in Khatauli kasba, the season has a different meaning. "To me, it means the end of the beer and the beginning of whisky season," he says.

Guest Editor's CHOICE

BUMPER CROP: Sales of consumer goods like bikes and mobiles surge during the harvest months in rural parts of western UP

▶ Delays irk farmers, P 19

زرعی علاقوں میں خوردہ فروشی

لبرلائزیشن کی پالیسی جو1980 کے آخر سے شروع ہوئی ہے کا زرعی اور دیہی سماج پر زبردست اثر پڑا ہے۔ اس پالیسی کے تحت عالمی تجارتی تنظیم (WTO) کی شراکت ناگزیر ہوتی ہے جس کا مقصد زیادہ آزاد بین الاقوامی تجارتی نظام ہے جس میں ہندوستانی بازاروں کو درآمد کے لیے کھولنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ دہائیوں تک ریاست کے تعاون اور محفوظ بازاروں کے بعد ہندوستانی کسانوں کو عالمی بازار سے مسابقت کا سامنا کرنا ہے۔ مثال کے طور پر ہم سبھی نے درآمد کیے ہوئے پھلوں اور دیگر غذائی اشیا کو اپنے مقامی بازاروں یا دکانوں میں دیکھا ہے۔ یہ وہ اشیا ہیں جو درآمد سے متعلق بندشوں کے سبب کچھ سال پہلے تک دستیاب نہیں تھیں۔ حال ہی میں ہندوستان نے گیہوں کی درآمد کا ایک متنازعہ فیصلہ کیا۔ یہ اناج میں خودکفالت کی سابقہ پالیسی کے بالکل برعکس تھا۔ یہ آزادی کے بعد کے ابتدائی سالوں میں امریکہ کے اناج پر ہمارے انحصار کی تلخ یاد دلاتا ہے۔

یہ زراعت کی عالم کاری عمل یا زراعت کو ایک بڑے عالمی بازار میں شمولیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ وہ عمل ہے جس کا براہ راست اثر کسانوں اور دیہی سماج پر پڑا۔ مثال کے طور پر پنجاب اور کرناٹک جیسے بعض علاقوں میں کسانوں نے کچھ کثیر قومی کمپنیوں (جیسے پیپسی کمپنی) کے ساتھ معاہدہ کیا کہ وہ مخصوص فصلیں اگائیں گے (جیسے ٹماٹر اور آلو)۔ انھیں یہ کمپنیاں ان سے عمل کاری (processing) یا برآمد کے لیے خرید لیتی ہیں۔ ایسے معاہدہ پر مبنی کھیتی کے طریقے میں کمپنیاں اگائی جانے والی فصلوں کی شناخت کرتی ہیں، بیج اور دیگر اشیا اور کثیر معلومات وطریقۂ کار اور اکثر ضروری سرمایہ (ورکنگ کیپٹل) فراہم کرتی ہیں جس کے بدلے میں کسانوں کو بازار کی طرف سے مطمئن رہنا ہے کیونکہ کمپنیاں ضمانت دیتی ہیں کہ وہ پہلے سے متعین قیمت پر پیداوار کو خرید لیں گی۔ یہ معاہدہ کھیتی کچھ مخصوص مدوں جیسے کٹ فلاور، انگور، انجیر اور انار جیسے پھل، کپاس اور سرسوں وغیرہ کے لیے بہت عام ہے۔ حالانکہ معاہدہ کھیتی سے کسانوں کو مالیاتی تحفظ فراہم ہونا ظاہر ہوتا ہے لیکن وہ اپنے ذریعہ معاش کے لیے اُن کمپنیوں پر منحصر بھی ہوجاتے ہیں۔ برآمدرخی اشیا کی معاہدہ کھیتی (جیسے پھول اور کھیرے کے لیے) کا مطلب یہ بھی ہے زرعی زمین کا استعمال اناج کی پیداوار کے لیے نہیں ہو پا رہا۔ 'معاہدہ کھیتی' کی سماجی اہمیت یہ ہے کہ یہ بہت لوگوں کو پیداواری عمل سے الگ کردیتی ہے اور ان کے اپنے ملکی یا دیسی عمل کو بے معنی بنا دیتی ہے۔ اس کے علاوہ معاہدہ کھیتی میں بنیادی

© NCERT not to be republished

طور پر ممتاز اشیا کی پیداوار کی جاتی ہے چونکہ اس میں اکثر کھاد اور کیڑے مار دواؤں کی اونچی مقدار استعمال کی جاتی ہے، اس لیے یہ ماحولیاتی نقطۂ نگاہ سے محفوظ کھیتی نہیں ہے۔

پھولوں کی کھیتی

زراعت کی عالم کاری کا ایک غالب پہلو کثیر قومی کمپنیوں کا اس میدان میں زرعی مدوں جیسے بیج، کیڑے مار دواؤں اور کھاد کے فروخت کاروں کے طور پر داخلہ ہے۔ گزشتہ دہائی سے حکومت نے زرعی ترقیاتی پروگراموں میں کمی کی ہے اور 'زرعی توسیع' عوامل کی جگہ گاؤں میں بیج، فرٹیلائزر اور کیڑے مار ادویات کے ایجنٹوں نے لے لی ہے۔ یہ ایجنٹ اکثر کسانوں کے لیے نئے بیجوں اور زرعی کاموں کے لیے معلومات کے واحد ذریعہ ہوتے ہیں جو بلاشبہ اپنی پیداوار فروخت کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ اس سے کسانوں کا مہنگی کھاد اور کیڑے مار ادویات پر انحصار بڑھا جس سے ان کا فائدہ کم ہوا اور بہت سے کسان مقروض بھی ہو گئے ہیں۔

باکس 4.3

کسانوں کی خودکشی

ملک کے مختلف حصوں میں 98-1997 سے کسانوں کی خودکشی کا تعلق زراعت میں ساختی تبدیلی اور معاشی وزرعی پالیسیوں میں تبدیلی سے پیدا زرعی مسائل سے ہے۔ ان میں شامل ہیں: زمین کی ملکیت میں بدلتی وضع؛ فصلوں کے اگانے کے انداز میں تبدیلی خاص طور پر نقدی فصلوں کی طرف منتقلی کے سبب، نرم کاری پالیسیاں جس سے گلوبلائزیشن کی قوتوں سے ہندستان کی زراعت کو سامنا کرنا پڑ رہا ہے، اونچی لاگت کے وسائل پر زبردست انحصار؛ ریاست کا زرعی توسیعی سرگرمیوں سے باہر ہونا اور کثیر قومی بیج اور کھاد کمپنیوں کے ذریعہ ان کی جگہ لینا؛ زراعت کے لیے ریاستی تعاون میں کمی؛ زراعتی عمل کو انفرادی بنانا۔ سرکاری اعدادوشمار کے مطابق آندھرا پردیش، کرناٹک، کیرل اور مہاراشٹر میں 2001 اور 2006 کے درمیان 8,900 کسانوں نے خودکشی کی (سوری 2006:1523)

جب کہ ہندوستان میں صدیوں سے وقتاً فوقتاً خشک سالی، فصل کے خراب ہونے یا قرض کے سبب پریشانی کا سامنا کرتے رہے ہیں لیکن کسانوں کی خودکشی کے واقعے نئے معلوم ہوتے ہیں۔ ماہرین سماجیات نے اس مظہر کی توضیح زراعت اور زرعی سماج میں ہونے والی ساختی اور سماجی تبدیلی کے تناظر میں کرنے کی کوشش کی ہے۔ایسی خودکشی ''مربوط واقعے'' (matrix events) بن گئے ہیں یعنی عوامل کا ایک سلسلہ مل کر ایک واقعہ بناتا ہے۔خودکشی کرنے والے بہت سے کسان حاشیائی کسان تھے جو بنیادی طور پر سبز انقلاب کے طریقوں کا استعمال کر کے اپنی پیداواریت بڑھانے کی کوشش کر رہے تھے۔حالانکہ اس طرح سے پیداوار اختیار کرنے کا مطلب کئی طرح کی دشواریوں کا سامنا کرنا ہے۔ زرعی رعایتوں میں کمی کے سبب پیداوار کی لاگت میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے، بازار مستحکم نہیں ہیں اور بہت سے کسان اپنی پیداوار بڑھانے کے لیے مہنگے درآمدات میں سرمایہ کاری کرنے کے لیے کافی قرض لے لیتے ہیں۔فصل کے خراب ہونے (کسی بیماری یا کیڑے مکوڑوں کے پھیلاؤ کے سبب، زائد بارش یا خشک سالی کے سبب) اور کچھ معاملوں میں موزوں تعاون یا بازار قیمت میں کمی کے سبب کسان قرض کا بوجھ اٹھانے یا اپنے خاندان کا گزر بسر کرنے میں نا اہل ہوتے ہیں، دیہی علاقوں میں بدلتی ثقافت جس میں شادی، جہیز اور دیگر نئی سرگرمیوں اور تعلیم وصحت کی دیکھ بھال کے اخراجات کے سبب زیادہ آمدنی کی ضرورت ہوتی ہے سے ایسی پریشانیوں کی شدت بڑھ جاتی ہے (واسوی، 1999)

سرگرمی 4.4

اخبار کا بغور مطالعہ کیجیے۔ٹیلی ویژن یا ریڈیو پر خبریں سنیے۔ان میں کب کب دیہی علاقوں کی چیزیں ہوتی ہیں؟ کس طرح کے مسائل کو عموماً خبر بنایا جاتا ہے؟

کسانوں کی خودکشی کا معاملہ زبردست بحران کی نشاندہی کرتا ہے جسے دیہی علاقوں میں محسوس کیا جا رہا ہے۔زراعت بہت سے لوگوں کے لیے غیر مستحکم بنتی جا رہی ہے اور زراعت کے لیے ریاست کا تعاون بھی بہت کم ملتا ہے۔اس کے علاوہ زراعتی امور اب اہم عوامی امور نہیں رہ گئے ہیں اور حرکت پذیری میں کمی کے سبب کسان طاقتور دباؤ گروپ بنانے میں نااہل ہیں جو پالیسی سازی کو اپنے حق میں اس کے پاس پر اثر انداز ہو سکے۔زیادہ سے زیادہ پیدا کرنے کی خواہش اور زرعی پیداوار میں آنے والی تبدیلیوں اور سماجی بحران کسانوں کی خودکشی کی اصل وجہ ہے۔مختلف سماجی بحران فطری اتھل پتھل کے باعث بھی ہے۔ پردھان منتری فصل بیمہ یوجنا، گرامین ادے سے بھارت ادے مہم کے ساتھ نیشنل اربن مشن جیسے پروگرام ہیں جنہیں حکومت ہند چلا رہی ہے۔ ان سے کسانوں کی مدد کا راستہ ہموار ہوا ہے اس کے علاوہ ان پروگراموں کے ذریعہ دیہی زندگی کی سہولیات میں کافی بہتری آئی ہے۔

سوالات

1۔ درج ذیل کو پڑھیں اور سوالوں کے جواب دیں۔

اگھن بیگھا میں مزدوروں کے دشوار کن کام کی صورت حال مالکوں کے ایک طبقے کی معاشی قوت اور غالب ذات کے ممبر کے طور پر بے انتہا طاقت کے مجموعی اثر کا نتیجہ تھی۔مالکوں کی سماجی طاقت کا ایک اہم پہلو ریاست کے مختلف اجزا کا اپنے مفاد میں مداخلت کی صلاحیت تھی۔اس طرح غالب اور نچلے طبقے کے درمیان خلا وسیع کرنے میں سیاسی عوامل کا فیصلہ کن رول رہا ہے۔

i مالک ریاست کی طاقت کو اپنے مفاد کے لیے کیسے استعمال کر سکے، اس بارے میں آپ کیا سوچتے ہیں؟

ii مزدوروں کے کام کے حالات دشوار کن کیوں تھے؟

2۔ بے زمین زرعی مزدوروں اور مہاجرت کرنے والے مزدوروں کے مفادات کے تحفظ کے لیے آپ کے مطابق حکومت نے کیا تدابیر کی ہیں، یا کی جانی چاہئیں؟

© NCERT not to be republished

3۔ زرعی مزدوروں کی حالت اوران کی سماجی و معاشی حرکت پذیری کی کمی کے درمیان سیدھا تعلق ہے۔ان میں سے چند کے نام بتائیے۔

4۔ وہ کون سے عوامل ہیں جن سے کچھ گروپوں کے نئے امیر، مہم جو اور غالب طبقے کی شکل میں تبدیلی ممکن ہوئی ہے؟ کیا آپ اپنی ریاست میں اس تبدیلی کی مثال کے بارے میں سوچ سکتے ہیں؟

5۔ ہندی اور علاقائی زبانوں کی اکثر فلمیں دیہی ماحول کی ہوتی ہیں۔دیہی ہندوستان پر مبنی کسی فلم کے بارے میں سوچیے اور اس میں بتائے گئے کاشت کار سماج اور ثقافت کا بیان کیجیے۔اس میں دکھائے گئے منظر کتنے حقیقی ہیں؟ کیا آپ نے حال میں دیہی علاقے پر مبنی کوئی فلم دیکھی ہے؟ اگر نہیں تو آپ اس کی تشریح کس طرح کریں گے؟

6۔ اپنے پڑوس میں کسی تعمیراتی مقام، اینٹ کے بھٹے یا کسی دیگر مقامات پر جائیں جہاں آپ کو مہاجر مزدوروں کے ملنے کا امکان ہو، پتہ لگائیے کہ وہ مزدور کہاں سے آئے ہیں؟ ان کے گاؤں سے ان کی بھرتی کس طرح کی گئی، ان کا آجر کون ہے؟ اگر وہ دیہی علاقے سے ہیں تو گاؤں میں ان کی زندگی کے بارے میں پتہ لگائیے اور انھیں کام کی تلاش میں ہجرت کر کے باہر کیوں جانا پڑا؟

7۔ اپنے مقامی پھل فروخت کرنے والے کے پاس جائیں اور اس سے پوچھیں کہ وہ پھل جو وہ فروخت کرتا ہے، کہاں سے آئے ہیں اور ان کی قیمت کیا ہے۔ پتہ لگائیے کہ ہندوستان کے باہر سے پھلوں کی درآمد (جیسے آسٹریلیا سے سیب) کے بعد مقامی پیداوار کی قیمتوں کا کیا ہوا؟ کیا کوئی ایسا درآمد کیا ہوا پھل ہے جو ہندوستانی پھلوں سے سستا ہے؟

8۔ دیہی ہندوستان میں ماحول کی حالت کے بارے میں معلومات اکٹھا کر کے ایک رپورٹ لکھیں۔مثال کے لیے موضوع، کیڑے مار ادویہ، آبی سطح میں کمی، ساحلی علاقے میں جھینگوں کا کھیتی پر اثر، زمین کی نمکینی، اور نہر سے آب پاشی علاقوں میں پانی کا جم جانا، حیاتیاتی تنوع میں کمی۔

ممکنہ ماخذ: اسٹیٹ آف انڈیا یاز انوائرمنٹ رپورٹز: رپورٹز فرام سینٹر فار سائنس اینڈ ڈیولپمنٹ، ڈاون ٹو ارتھ۔

حوالہ جات (REFERENCES)

Agarwal, Bina. 1994. *A Field of One's Own; Gender and Land Rights in South Asia.* Cambridge University Press. New Delhi.

Breman, Jan. 1974. *Patronage and Exploitation; Changing Agrarian Relations in South Gujarat.* University of California Press. Berkeley.

Breman, Jan. 1985. *Of Peasants, Migrants and Paupers; Rural labour Circulation and Capitalist Production in West India.* Oxford University Press. Delhi.

Breman, Jan and Sudipto Mundle (Eds.). 1991. *Rural Transformation in Asia.* Oxford University Press. Delhi.

Das, Raju J. 1999. 'Geographical unevenness of India's Green Revolution', *Journal of Contemporary Asia.* 29 (2).

Gupta, Akhil. 1998. *Postcolonial Developments: Agriculture in the Making of Modern India.* Oxford University Press. Delhi.

Kumar, Dharma. 1998. *Colonialism, Property and the State.* Oxford University Press. Delhi.

Rutten, Mario. 1995. *Farms and Factories; Social Profile of Large Farmers and Rural Industrialists in West India.* Oxford University Press. Delhi.

Srinivas, M.N. 1987. *The Dominant Caste and Other Essays.* Oxford University Press. Delhi.

Suri, K.C. 2006. 'Political economy of agrarian distress'. *Economic and Political Weekly.* 41:1523-29.

Thorner, Alice. 1982. 'Semi-feudalism or capitalism? Contemporary debate on classes and modes of production in India'. *Economic and Political Weekly.* 17:1961-68, 1993-99, 2061-66.

Thorner, Daniel. 1991. Agrarian structure. In Dipankar Gupta (Ed.), *Social Stratification.* Oxford University Press. Delhi.

Vasavi, A.R. 1994. Hybrid Times, Hybrid People: Culture and Agriculture in South India, Man, *Journal of the Royal Anthropological Society.* (29) 2.

Vasavi, A.R. 1999a. 'Agrarian distress in Bidar: State, Market and Suicides'. *Economic and Political Weekly.* 34:2263-68.

Vasavi, A.R. 1999b. *Harbingers of Rain: Land and Life in south India.* Oxford University Press. Delhi.

© NCERT not to be republished